

”درجہ بندی تقدیر نہیں ہے“

کثیر نسلی تجربہ

انڈویو: سونیا ویکلے

امریکہ

میں نسلی طبعیت اور کثیر نسلی تحریک کی یادیں چونکہ نوجوانوں کی یادداشت سے نکلے ہوئی ہیں، اس لئے امریکی نوجوان کثیر نسلی معاشرے کے تصورات کے بارے میں عجیب و غریب تاثرات پیش کرتے ہیں۔

ہندوستانی امریکی مصنفہ ایڈیٹر اور کثیر نسلی تجربے پر مشتمل مختصر افسانوں کے ایک گلدستہ ”مسکڈ“ میں شامل افسانہ نگار خانوں چندرا سارنے بتایا کہ اپنی مخلوط نسلی شناخت کا اظہار کرنے کی ان کی خواہش اور کثیر نسلی درجہ بندیوں سے دان پنا کر نکلنے کے جذبے نے انہیں یہ گلدستہ ترتیب دینے پر مجبور کیا۔ سونیا ویکلے کے ساتھ ایک انٹرویو میں انہوں نے کہا کہ نسل کی اہمیت اب بھی ہے لیکن ایسا بھی نہیں کہ دیگر عناصر بے معنی ہو گئے ہوں۔

امریکی ہونے کا کیا مطلب ہے؟

خانمان، برادری، قوم اور اس سارہ زمین کی پرورش اور اہتمام کرنا، تاریخ کے اسباق کو اپنے شعور کے نہاں خانوں میں رکھنا اور اس کا بار بار حوالہ دینا۔ نوجوانوں، بچے ذہن کے لوگوں اور خندوش لوگوں کا تحفظ کرنا۔ شوکر کھانا، اٹھ جانا، پھر ہاتھ بوجھا لیتا، چہرے سے پینٹ پونچھ کر از سر نو پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ اپنی کوشش میں لگ جانا۔ اختلاف اور اتفاق دونوں میں یکساں حسن دیکھنا، اہتمام رکھنا اور عزت کے ساتھ قدم بڑھانا۔ تخلیق کرنا، بنی ترتیب قائم کرنا، تصور کرنا اور تقویت پہنچانا، جمہوریت اور آزادی کے دونوں اظہار کو مزید رکھنا اور ہر انسانی زندگی کو بہت عزیز جاننا۔

یہ احساس آپ کو کب ہوا کہ نسل اور نسلیت ہی وہ عناصر ہیں جن میں لوگ کئی طرح سے ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں؟

میں ایسے کسی بالکل درست لمحے کی نشاندہی کر سکتی ہوں، گو کہ یہ بڑی احمقانہ بات ہے۔ جب میں پرائمری اسکول میں تھی، پہلی جماعت میں اس وقت لفظ کیلئے چھٹی ہوئی تھی، میں ان متعدد بچیدہ، پر جوش لڑکیوں میں شامل تھی جو اس موضوع پر بات کر رہی تھیں کہ ہمارے اسکول کی پانچویں جماعت کی ایک لڑکی اپنی بروڈ وے میوزکل کیلئے آواز کا امتحان دینے نیا پارک گئی ہے۔ اپنی کارڈر ایک نازک جلد پر ہلکے بھورے رنگ کے داغ اور سرخ بالوں والی ایک لڑکی کا ہے جو ایک تہیم خانے میں اپنی دشوار زندگی کے بارے میں بتاتی ہے۔ مجھے اپنی پسندھی اس کا کردار بھی اور موسیقی بھرا اس کا پروگرام بھی۔ اگرچہ میرے ہاں کالے تھے اور رنگت بھی گوری نہیں تھی میری بہت خواہش تھی کہ میں اگلی اپنی بنوں۔ جب میں نے یہ بات کہی تو میرے کلاس کی دوسری لڑکیوں کو اس پر یقین نہیں آیا۔ بعد میں میری والدہ نے اس سچائی کو واضح کیا ”نصف۔ ہندوستانی اپنی؟ ہو سکتا ہے، میں یقین سے نہیں کہہ سکتی۔“

کیا لوگ انفرادی طور پر نسلی صحاب یا معاشرے کی مسلط کردہ زمرہ بندی کا کامیابی سے مقابلہ کر سکتے ہیں؟

نسل، نسلیت اور طبقہ وہ زمرے ہیں جن کو لوگ تفریق کا احساس جنگلے کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ درجہ بندی کرنا ایک انسانی رجحان ہے جس سے پیچیدہ دنیا کو تھوڑا سا سادہ اور تھوڑا آسان بنانے میں مدد ملتی ہے۔ بعض اوقات درجہ بندی کارگر ثابت ہوتی ہے لیکن بیشتر صورتوں میں یہ گمراہ کن بھی ہے۔ تمام انسانوں کی شناختیں ایسی کثیر جیتی ہوتی ہیں جن کو بہت آسانی کے ساتھ نہیں گنا جاتا، لیکن اسپورٹس میں، سیاست میں، فنون میں اور عالمی اسٹیج پر عزم افراڈنے بار بار ان درجہ بندیوں کو توڑا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ کسی طرح کی درجہ بندی ان کے نصیب پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔



میری نگاہ میں یہ امریکہ کا سب سے خوبصورت پہلو ہے، کسی کا نصیب درجہ بندی سے ملے نہیں پاتا، نہ ہی اس سے کہ اس کی پیدائش کن حالات میں ہوئی۔ امریکہ کے اعلیٰ ترین عہدے تک صدر پارک اوپاما کے تحریک بخش اور بہت حد تک غیر قیاسی عروج سے اس کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ ہمارے اجداد اس لئے امریکہ آئے کہ ان کے خیال میں یہ امکانات کی سرزمین ہے جہاں سب کچھ ممکن ہے۔ یہ خیال اب بھی درست ہے۔ شکل و صورت کی بنیاد پر لوگوں کی درجہ بندی کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ وہ الگ تھلک پڑ جاتے ہیں، ان کے امکانات کم ہو جاتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ تباہی خیز معاملہ یہ ہے کہ قتل عام اور نسل کشی کے واقعات ہوتے ہیں۔ اگر صدر اوپاما کی قیادت میں ہمیں اور کچھ نہ سکھایا ہو تو بھی اتنا ضرور بتایا ہے کہ ہم اختلافات کو تسلیم کریں اور اس کے سیاق و سباق کو سمجھیں اور اس کے علاوہ بڑی شدت کے ساتھ مشترکہ

بنیادیں بھی تلاش کریں۔ کیا آپ کو ایسی کوئی علامت نظر آتی ہے کہ ہمارا معاشرہ نسل کی بنیاد پر عوام کی درجہ بندی سے دور ہو رہا ہے؟

میرا بیٹا جو کہ امریکہ میں پیدا ہوا، ہندوستانی بھی ہے، سوڈیش بھی، اطالوی بھی، انگریز بھی اور روسی بھی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب وہ بڑا ہوگا تو وہ اپنی کیا شناخت پیش کرے گا۔ میں اسے اس کے آباد اجداد کے بارے میں بتانا چاہتی ہوں، ان کی زندگیوں سے واقف کرانا چاہتی ہوں، اور اس سے بھی آگاہ کرنا چاہتی ہوں کہ انہوں نے کیا قربانیاں دیں۔ میں اسے یہ بتانا چاہتی ہوں کہ یہ ملک اس سے پہلے کی بار تبدیل ہوا ہے۔ میرے شوہر اور میں دونوں چاہتے ہیں کہ وہ تاریخ کو جانے لیکن میرا بیٹا آگے کی دنیا کو کیسے دیکھے گا اس کا اظہار اس پر ہے۔

جوان ہونا ایک چیلنجوں سے بھرا ہوا دور ہوتا ہے لیکن یہی دور زندگی میں فرحت بخش دور بھی ہے۔ اس عمر میں آپ اس کا تہین کرتے ہیں کہ آپ کون ہیں اور کون سی چیز آپ کے کردار اور شخصیت کی وضاحت کرتی ہے۔ کثیر نسلی نوجوان ایک پیچیدہ ثقافتی اور نسلی پس منظر سے آتے ہیں لیکن میرا خیال یہ ہے کہ ان کی یہی پیچیدگی ان کے لئے بہتری کا ایک طاقتور اوزار ہوتی ہے۔

جیسا کہ میں نے ”مسکڈ“ میں انٹرویو آف شارٹ گلشن آن دا ملٹی رشیل اکیسپرسنرز“ میں لکھا ہے، کثیر نسلی لوگ صحیح معنوں میں مختلف برادریوں کے درمیان رابطے کا کام کر سکتے ہیں وہ ثقافتی امتیازوں کو وسعت اور استقامت بخش سکتے ہیں۔ چونکہ کثیر نسلی نوجوانوں کے لئے ان میں دنیا کو زیادہ وسیع طور پر، کھلے ہوئے دل و دماغ کے ساتھ دیکھنے اور غیر مہدل صورتحال کی مزاحمت کرنے اور دوسروں کو یہ دکھانے کی اہلیت رہتی ہے کہ جو حسدیں بنائی جاتی ہیں وہ غلط ہیں۔

امریکہ کے نوجوان ڈیجیٹل ساری مثبت تبدیلیاں لارہے ہیں۔ سینکڑوں میں تکہ کی درختوں میں ایسی آن لائن برادریاں وجود میں آگئی ہیں جو ملی نسل کے بچوں اور کمسن نوجوانوں کی برادریاں بنی جاسکتی ہیں۔ پورے ملک کے ہائی اسکولوں اور کالجوں میں مختلف انوع طلباء گروپ بن رہے ہیں، نسلی خطوط پر وکالت، رسائی اور نیٹ ورکنگ کی تمام آسانیاں دستیاب ہیں۔ اس طرح کی چیزیں ابھی صرف ۲۰ برس پہلے تک کہیں نہیں تھیں۔

ہاں یہ سچ ہے کہ نسل کی اہمیت آج بھی ہے۔ بلاشبہ یہ چیز موجود ہے لیکن اس کی طرح کی بہت سے دوسرے تغیر پذیر عوامل حاضر ہیں۔ میں نے اپنی زندگی کے تمام حصوں میں اس کی وکالت کی ہے کہ خارج پر آتی توجہ نہیں دینی چاہئے جتنی کہ داخل پر دینے کی ضرورت ہے۔

